شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

# ماہنامہ رحیمیہ لاہور

**رحیمیہ** کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا
**شاہ سعید احمد** رائے پوری
دامت برکاتہم العالیہ
مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

اگست 2012ء/ رمضان، شوال 1433ھ – جلد نمبر 4، شمارہ نمبر 8 – قیمت فی شمارہ: مبلغ 15 روپے – سالانہ ممبرشپ: مبلغ 180 روپے – تین سالہ ممبرشپ: مبلغ 400 روپے


حضرت اقدس مولانا

## ارشادِ گرامی شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشین ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا کہ: ”علم سے ہی کسی شئے کی معرفت ہوتی ہے اور معرفت ہی لگاؤ کا سبب ہوتی ہے۔ جب کسی شئے کا علم نہ ہو تو اس سے محبت اور عشق بھی کیا ہوگا۔ دراصل ہر انسان کا مقصد راحت کی دائمی زندگی ہے۔ تو جس شخص کی معلوم چیزیں فنا ہونے والی ہوں گی، جب وہ فنا ہوجائیں گی تو ان کا علم بھی جاتا رہے گا اور اس کی زندگی میں کوئی راحت نہ رہے گی۔ کیوں کہ لذت اور راحت علم سے ہوتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ چوں کہ باقی ہے، تو اس کی صفات کا علم فنا نہ ہوگا۔ اور انسان کی روح بھی کبھی نہیں مرتی۔ اس لیے جس کو صفاتِ باری تعالیٰ کے علم میں رسائی اور رسوخ حاصل ہے، اس کی زندگی دائمی اور راحت کی زندگی ہوگی۔ اور یہی جنت کی زندگی ہے۔ اور جو شخص صرف مخلوق کا علم رکھتا ہے اور یہاں اس سے ہی لذت گیر ہوتا ہے، تو مخلوق کے فنا ہوجانے کی وجہ سے یہ علم بھی فنا ہوجائے گا اور اس کی بدولت قائم کردہ راحتیں بھی ختم ہوجائیں گی۔ اس پر یہ زندگی دوزخ کا عذاب بن کر مسلط ہوجائے گی۔“

(مجلس 30/ ربیع الاول 1369ھ/ 18/ فروری 1950ء۔ مقام: دہلی)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 70-269۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)


### مجلس ادارت

صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
مدیرِ اعلیٰ: مفتی عبدالخالق آزاد
مدیر: محمد عباس شاد



**درسِ قرآن**
قرضِ حسنہ کی اہمیت

**درسِ حدیث**
اعتکاف کی برکتیں

**اداریہ**
عالمی سرمائے کے حصار میں یرغمال ملکی آزادی

**خطبہ جمعۃ المبارک**
موجودہ دور کے تقاضوں کے تناظر میں قرآن فہمی کی اہمیت

**رفتارِ کار**
حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا دورۂ فیصل آباد و جھنگ

**دینی مسائل**
اعتکاف، نمازِ تراویح، صدقۂ فطر اور عید الفطر کے احکام و مسائل



ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
**رحیمیہ** ہاؤس، 33/A، کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21
راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616,36320707

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111 ,1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

# درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

## قرضِ حسنہ کی اہمیت

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (17-18:64)

(اگر قرض دو اللہ کو اچھی طرح پر قرض دینا، وہ دوگنا کردے گا تمہارے لیے اور تم کو بخشے گا اور اللہ قدر دان ہے، تحمل والا ہے۔ جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا، زبردست حکمت والا ہے۔)

جس شخص کو خدا تعالیٰ قومی تحریکوں میں کام کرنے کے زمانے میں بخل سے بچالے یعنی وہ قومی تحریکوں میں روپیہ خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لے وہی لوگ جلدی کامیاب ہوتے ہیں۔ یہ جو خرچ کرنا ہے اس کا ایک درجہ یہ ہے کہ تحریک کے لیے سب کچھ دے دیا۔ اس سے کوئی توقع اپنی ذات کے لیے نہ رکھی۔ یہ اول درجے کا ایثار ہے۔ دوسرے درجے کا ایثار یہ ہے کہ روپیہ ہمارے پاس ہے مگر گھر میں بے کار رکھا ہے۔ ہم اسے دے نہیں سکتے۔ اس لیے کہ ہمیں اس کی ضرورت پیش آنے والی ہے۔ یہ روپیہ قومی کاموں میں بطور قرض دے دو۔ گھر میں بیکار پڑا رہنے کی بجائے وہاں کام آتا رہے گا۔ ایسے قرضوں کے متعلق قومی حکمران کا فرض ہوگا کہ وہ جب واپس مانگا جائے فوراً واپس کردے۔ دوسری جگہ سے قرض لینا پڑے تو لے مگر اس کا قرض ادا کردے۔ جب تک قومی حکومت اپنی یہ ساکھ قائم نہیں رکھتی کہ ہر مطالبے کے وقت روپیہ ادا کردے، اس وقت تک وہ قومی قرض کی مستحق نہیں ہوسکتی۔ یورپ نے اسے منظّم کرکے بنک کا نظام قائم کرلیا ہے اور ہمارے لوگ بے وقوف ہیں کہ یورپ سے قرض لے کر حکومتیں چلاتے ہیں۔ وہ اپنی قوم سے کیوں قرض نہیں لیتے؟ اس لیے کہ ان کی ساکھ خراب ہو چکی ہے۔ جس شخص کی اتنی ساکھ بھی نہیں کہ اس کی قوم اسے قرض دے، اس کا حکومت پر رہنے کا کیا حق ہے؟ ہمارے بوسیدہ نظام میں نالائق سے نالائق کی طاقت قائم رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ امیر کی اطاعتِ بلاشرط کا توڑنا شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت کا ایک اساسی اصول ہے۔

قَرْضًا حَسَنًا قرضِ حسنہ وہ ہے، جس پر تم سود نہیں مانگو گے۔ جب تم اصل رقم مانگو گے تو واپس کردیا جائے گا۔

يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ (تمہارے مال میں بڑی برکت دے گا۔) اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو قومی حکومت (بطورِ احسان) روپیہ دوگنا کرکے واپس دے۔ (یہ سود نہیں ہے)

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ (تمہاری غلطی معاف کردے گا) اگر تم نے اب تک روپیہ بیت المال میں نہیں رکھا تو خیر، اب یہ کام شروع کرلو۔ پہلی غلطی معاف ہے۔

وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ مطلب یہ ہے کہ اگر تم اس طرح روپیہ قرض دے کر بھی تحریک کی مدد کروتو اللہ تمہارے اس فعل کا تمہیں بہت اچھا اجر دے گا اور اگر یہ نہ کرسکو یعنی تمہارے پاس روپیہ ہی نہ ہو تو خیر اللہ رحم کرے گا۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (اللہ غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے۔ اور عزت اور حکمت دینے والا ہے۔) یہ عزت اور حکمت اس قانون کی پابندی سے ملے گی۔ اس حکمت کو سمجھ کر اسے عزت کا ذریعہ بنانا یہی قرآن کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ بظاہر حالات چاہے کتنے ہی تعلیم قرآن کے خلاف نظر آتے ہوں کبھی پریشان نہیں ہونا چاہیے اس لیے کہ جس نے یہ فکر دیا ہے وہ ''عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ'' ہے۔

# درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحئی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

## اعتکاف کی برکتیں

عن ابن عبّاسؓ ان رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه و سلّم قال فی المعتکف: ''هو یعتکف الذنوب و یُجریٰ لهٗ من الحسنات کعامل الحسنات کلّها.''

(مشکوٰۃ شریف. باب الإعتکاف. الفصل الثالث. حدیث نمبر2108)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لیے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں، جتنی نیکی کرنے والے کے لیے لکھی جاتی ہیں۔)

اعتکاف ایک بہت بڑی عبادت ہے، جو رمضان المبارک کے ساتھ آتی ہے۔ یہ ایک ایسی مؤکدہ سنت ہے، جو حضورؐ کے مسلسل عمل سے ثابت ہے۔ اس لیے فقہا نے اسے فرضِ کفایہ کا درجہ دیا ہے۔ اعتکاف یہ ہے کہ آدمی رمضان میں خصوصاً اس کے آخری عشرے میں دنیاوی کام کاج ترک کرکے مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھے رہے۔ اللہ کی عبادت، ذکر و فکر، تلاوت و دعا اور استغفار میں مصروف رہے۔ ضرورت سے زیادہ کسی سے کوئی بات نہ کرے۔

اس حدیث میں اعتکاف کی برکتیں بیان کی گئی ہیں:

سب سے پہلی یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہوجاتی ہے۔ ورنہ عام حالات میں بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ اسباب پیدا ہوجاتے ہیں کہ آدمی گناہ میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ رمضان المبارک کے متبرک وقت میں معصیت اور گناہ کا سرزد ہوجانا کس قدر بڑا ظلم ہے، اعتکاف کی وجہ سے ان سے امن اور حفاظت رہتی ہے۔

اعتکاف کی دوسری برکت یہ ہے کہ دورانِ اعتکاف مسجد میں بیٹھے رہنے کے باعث کئی ایسے نیک اعمال ہیں، جن میں اعتکاف کرنے والا حصہ نہیں لے سکتا۔ مثلاً وہ نمازِ جنازہ میں شرکت نہیں کرسکتا، مریض کی عیادت اور خدمت نہیں کرسکتا، لیکن اعتکاف کی وجہ سے وہ اس قسم کی جن عبادتوں سے رُکا رہا، ان کا اجر بغیر عمل کیے بھی ملتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فیاضی کی کتنی بڑی شان ہے۔

ان کے علاوہ اعتکاف میں بیٹھنے کی اور بہت سی فضیلتیں ہیں۔ اعتکاف کرنے والا دنیا کے دھندوں اور مشغلوں سے علاحدہ ہوکر تنہا یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کے ذکر و عبادت میں منہمک ہوجاتا ہے۔ اس کی توجہ اور دل و دماغ کا انتشار ختم ہوجاتا ہے۔ وہ خالصتاً اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے مخصوص کرلیتا ہے۔ اور اس طرح قربِ الٰہی حاصل کرنے میں بڑی سہولت پیدا ہوجاتی ہے، جو دُنیوی اور اُخروی ترقی کا باعث ہے۔ اعتکاف کے دوران انسان کو اپنے اعمال کا جائزہ لینے کا موقع ملتا ہے، وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی کمزوریوں اور نقائص پر نظر ڈالتا ہے۔ ماضی کی غلطیوں پر ندامت کرتا ہے اور پھر گڑگڑا کر توبہ کرتا ہے۔ آئندہ کے لیے ان بداعمالیوں سے پرہیز کرتا ہے، مستقبل میں نیکوکار بننے کا پکا ارادہ کرتا ہے۔

اعتکاف کے وقفے میں انسان، عام انسانوں سے بہت کم ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے لَو لگاتا ہے اور اس کے احکام میں غور و فکر کرتا ہے۔ اس کے ارشادات کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور دوسروں میں بھی اس اعلیٰ تعلیم کو پھیلاتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اعتکاف کی ان برکتوں کو حاصل کرنے کے لیے رمضان کے مبارک مہینے میں اس سے فائدہ اٹھائیں۔

# اداریہ

## عالمی سرمائے کے حصار میں یرغمال ملکی آزادی

کہنے کو تو 1947ء میں پاکستان پر مشتمل علاقوں نے آزادی حاصل کی تھی۔ اگست کے مہینے میں آزاد پاکستان کا غلغلہ بھی بڑے تواتر کے ساتھ گزشتہ 65 سالوں سے بلند کیا جاتا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ نصف صدی سے زائد عرصے میں ملکی آزادی عالمی سرمائے کے حصار میں رہی ہے۔ عالمی سرمائے کی حامل بین الاقوامی قوتوں نے اسے یرغمال بنائے رکھا ہے۔ عالمی سرمایہ دار ملکوں نے اپنے سامراجی مفادات کے لیے مخالفین کے خلاف جو غنیم تیار کیا، شروع دن سے ہی پاکستان اس کا ہراول دستہ رہا ہے۔ اس علاقے کے جغرافیائی محل وقوع کو عالمی سرمائے کے مفادات کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ چناں چہ اول روز سے پاکستان سامراجی ملکوں کے درمیان ہونے والی ''گریٹ گیم'' میں سرمایہ دار ملکوں کا آلہ کار رہا ہے۔

شروع دن سے ہمارا المیہ رہا ہے کہ برعظیم میں موجود سیاسی شعور رکھنے والی قومی قوتوں کو ہم نے قبول نہیں کیا، جب کہ قومی اور ملکی سرمائے کی طاقت کا وجود بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس طرح قومی سیاسی اور معاشی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے عالمی سرمائے کا مقابلہ کرنے کی کوئی صورت نہ رہی۔ چناں چہ ''خانۂ خالی را دیو می گیرند'' (خالی گھر پر دیو قبضہ کر لیتے ہیں) کے مصداق یہاں عالمی سرمائے کی طاقتوں نے کھل کھیل کر اپنے مفادات کی جنگ لڑی۔ اس وجہ سے اس ملک کی قومی شناخت سرے سے ختم ہو کر رہ گئی۔ دراصل ملکوں کی سیاسی طاقت، عوامی شعور اور ان کی اجتماعی قوت کی بنیاد پر وجود میں آتی ہے۔ سوشل قوت اپنے اجتماعی مفادات کا تحفظ کرتی ہے۔ اسی طرح ملکوں کے اجتماعی سرمائے کی طاقت اپنی معاشی قوت کے بل بوتے پر قومی مفادات کی نگہبانی کرتی ہے۔ پاکستان کے قیام کے ابتدائی سالوں میں یہ دونوں چیزیں ''نہ دارد'' تھیں۔ عوامی شعور کی اساس پر تنظیمی و سیاسی قوت موجود نہیں تھی۔ 1920ء کے بعد اگر اس خطے میں قومی حریت پسندوں کی صورت میں ایک عوامی طاقت پیدا ہوئی تھی تو برطانوی سامراج نے مکر و فریب کی چالوں سے اُسے سبوتاژ کر کے رکھ دیا۔ باقی جتنی پارٹیاں تھیں، وہ جاگیردارانہ پس منظر رکھنے والی سامراج کی آلہ کار اور عالمی مفادات اٹھانے والی قوتوں کی ذیلی تنظیمیں تھیں۔ نیز اس خطے میں معاشی پس ماندگی کی وجہ سے اجتماعی سرمائے کی طاقت کا وجود سرے سے مفقود تھا۔ جاگیرداروں کے تسلط، تجارتی نیٹ ورک کی عدمِ موجودگی، صنعتی ترقی نہ ہونے کے سبب قومی اجتماعی سرمائے کی کوئی صورت موجود نہ تھی۔ اس پس منظر میں اس خطے کو اپنے مفادات کے مطابق استعمال کرنے کے لیے عالمی سرمائے کو کھلا راستہ مل گیا اور تقریباً نصف صدی تک پاکستان کی جغرافیائی اہمیت کو خطے کے ممالک کی مخالفت میں استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ چناں چہ خطے کی رجعت پسند قوتوں کو علاقائی ممالک کے خلاف منافرت پھیلانے کے لیے استعمال کیا۔ رجعت پسند قوتوں کو مربوط بنانے اور جنگی حکمتِ عملی کو فروغ دینے کے لیے مضبوط عسکری قوت پیدا کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اپنے عالمی ہرکاروں کے ذریعے سے ان پر ڈالروں کی بارش کر دی گئی۔ تاکہ ریجنل ممالک میں سامراجی مفادات کے تحفظ کے لیے کردار ادا کیا جا سکے۔

ان تمام تر سامراجی حربوں کے علی الرغم ایک طرف ریجنل ممالک اپنے سیاسی و تنظیمی قوت اور قومی اجتماعی سرمائے کے بل بوتے پر معاشی اور اقتصادی ترقی کی منازل طے کرتے رہے تو دوسری طرف ان کے مقابلے کی حکمتِ عملی کے تحت سامراج کو اس ملک میں بھی ''ڈالروں'' کی ترسیل کرنا پڑی، جس سے منظّم عسکری قوت وجود میں آئی۔ تیسری طرف عالمی سرمائے کی طاقت کو چیلنج کرنے والی قوتوں نے حریت پسندانہ جذبات اور قومی سیاسی شعور کے لیے کام کیا۔ چوتھی طرف گزشتہ چند عشروں سے سرمایہ داری نظام کے بانی ممالک میں اپنی تمام تر لوٹ کھسوٹ کے باوجود عالمی سرمائے کو بہت ہی سنجیدہ قسم کے معاشی اور اقتصادی چیلنجز درپیش ہیں۔ اس کی وجہ سے دنیا کے مختلف ممالک میں سرمایہ داری کا جہاز ہچکولے کھا رہا ہے اور عالمی سطح پر اس نظام کے داخلی تضادات ابھر کر سامنے آ گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُسے اپنے بہت سے بنیادی اصولوں کو خیرباد کہنا پڑا اور آج یہ نظام بھی عالمی معاشی بحران کی لپیٹ میں ہے۔

اس تمام تر صورتِ حال کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس ملک کی ایک انتہائی منظّم عسکری قوت نے اپنا قبلہ بدلنا شروع کر دیا اور اس نے ریجنل ممالک کے ساتھ باہمی تعلقات درست کرنے کے لیے سلسلۂ جنبانی شروع کیا۔ نیز عسکری قوتوں کے ماتحت پھلتے پھولتے سرمائے کی طاقت نے بدلتے ہوئے معاشی حقائق کے تناظر میں، علاقائی تجارت کے بڑھتے ہوئے دباؤ کو قبول کرنے اور اسے اپنے قومی سرمائے کے پھیلاؤ کے لیے استعمال کرنے کی حکمتِ عملی تشکیل دی۔ یوں آزادی کے تحفظ کے لیے جس سیاسی طاقت اور اقتصادی قوت کی ضرورت تھی، وہ آہستہ آہستہ اپنے قومی وجود کو منوانے کی جانب بڑھنے لگی۔ اس کا اظہار حالیہ مواقع پر سامنے آ رہا ہے۔ افغانستان کی جغرافیائی نوعیت اور اس کے مستقبل سے متعلق ہونے والی علاقائی مسابقت کے تناظر میں اس ملک کی اصل قوتوں پر مشتمل مقتدر طبقے نے عالمی سرمائے کی پیش بندی کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیے ہیں۔ اسی تناظر میں ریجنل ممالک کے ساتھ تعلقات بنانے کا ارادہ ظاہر کیا جا رہا ہے۔ چناں چہ ''بون کانفرنس'' اور پھر ''شکاگو کانفرنس'' کے حوالے سے پیدا ہونے والے ردِ عمل سے یہی واضح ہوتا ہے۔ اس طرح ''شنگھائی کانفرنس'' اور روس کے ساتھ بڑھتے ہوئے صدارتی دوروں کا پس منظر بھی اسی حقیقت کی غمازی کرتا ہے۔ اس حوالے سے پچاس ساٹھ سال بعد ملکی آزادی کو عالمی سرمائے کے حصار سے نکالنے کا ایک اہم موقع سامنے آیا ہے۔ اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا ہی قومی سوچ اور ملکی شعور کا امتحان ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ اس ملک کی مقتدر قوتیں اس اہم موقع سے فائدہ اٹھانے میں کس قدر کامیاب ہوتی ہیں؟ اگرچہ ایسے مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے جس منظّم عوامی قوت اور شعوری جدوجہد کی ضرورت ہے، وہ عمومی طور پر موجود نہیں ہے۔ نیز پرانے سامراجی طبقات بالخصوص جاگیردارانہ پس منظر رکھنے والی رجعت پسند سیاسی اور مذہبی گروہیت، مشرق کی جانب سے ابھرتے ہوئے نئے سورج کو دیکھنا نہیں چاہتی۔ علاقائی ممالک کے درمیان ابھرتے ہوئے نئے سیاسی، معاشی اور سماجی تعلقات کی خوب صورت کرنوں سے ان رجعت پسندوں کی آنکھیں چندھائی ہوئی ہیں۔ یہ اپنے سطحی گروہیت کے مفادات کے اسیر بن کر گزشتہ دور کی مفت خوری کے چکر میں ہیں۔ اس لیے کسی بڑی تبدیلی کی توقع اگرچہ نہیں ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس ملک کی ''یرغمال آزادی'' کے 65 سالوں بعد حقیقی آزادی کے لیے مواقع پیدا ہونے لگے ہیں۔ ان سے فائدہ نہ اٹھانا بہت بڑی ناعاقبت اندیشی ہے۔ اور ایسے موقع پر ملک میں کسی بھی حوالے سے عدمِ استحکام پیدا کرنا عالمی سرمائے کے ہاتھوں میں کھیلنے کے مترادف ہے۔

اس موقع پر ضرورت ہے کہ بند دماغ کے دریچے کھول کر شعور کی آنکھوں سے گرد و پیش کے معروضی حقائق کا ادراک کیا جائے۔ اور نئی سماجی تشکیل کے سیاسی، معاشی حقائق کا شعوری مطالعہ کیا جائے۔ اور گرد و پیش میں ابھرتے ہوئے جنوبی ایشیا کی طاقت کو اپنی قومی آزادی کی بحالی اور تحفظ کے لیے بروئے کار لانے کی حکمتِ عملی اپنائی جائے۔ سرمائے کے حصار میں یرغمال شدہ آزادی قومی وجود کی تباہی کا باعث ہے۔ دینِ حق کا تقاضا شعوری بنیادوں پر اپنی آزادی کی حفاظت کا ہے۔ قومیں کامل آزادی و حریت سے ہی ترقی کرتی ہیں۔

مدیر اعلیٰ

خطبہ جمعۃ المبارک

# موجودہ دور کے تقاضوں کے تناظر میں قرآن فہمی کی اہمیت

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب

(مؤرخہ 25؍ مئی 2012ء، بمقام ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ، لاہور) ضبط وتحریر: نفیس مبارک

**نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم، امّا بعد: قال اللّٰہ تعالیٰ: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (7:54) و قال النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: ”خیرُکم مَن تعلّم القُرآنَ و علّمہٗ.“ صدق اللّٰہ مولانا العظیم و صدق رسولہ النّبیّ الکریم.**

معزز دوستو! کتابِ مقدس قرآنِ حکیم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانیت کی رہنمائی، تزکیہ اور نصیحت کے لیے نازل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ: ہم نے قرآنِ حکیم کو انتہائی آسان انداز میں نازل کیا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ کوئی تم میں سے ایسا ہے، جو اس پر غور وفکر کرے؟ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ کیا کوئی ایسا ہے، جو اس کے افکار وتعلیمات کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تعمیر وتشکیل کے لیے کردار ادا کرے؟

کتابِ مقدس قرآنِ حکیم وہ بنیادی اساسی کتاب ہے، جو رہتی دنیا تک انسانیت کے جملہ مسائل کے حل کا واحد راستہ ہے۔ اسی لیے گزشتہ چودہ سو سال سے ہر دور کی مسلم جماعت قرآنِ حکیم کے فہم وتدبر، اس پر غور وفکر اور اس کی روشنی میں اپنے دور کے مسائل حل کرنے کی جدوجہد اور کوشش کرتی رہی ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیم وتعلّم اور اس کی اساس پر اپنی تربیت ہر دور کے مسلمانوں کی بنیادی ذمہ داری رہی ہے۔ خاص طور پر آج ایک ایسے دور میں اس کی ضرورت بڑھ گئی ہے کہ جہاں ہم گوناگوں مسائل کا شکار ہیں، مصائب اور مشکلات میں مبتلا ہیں۔ ہماری زندگی کے تمام پہلو پیچیدگی اور آلودگی سے اُسی طرح بھرے ہوئے ہیں، جیسا کہ قوموں کے زوال کی حالت میں ہوا کرتے ہیں۔ زوال پذیر قومیں اپنی سیاسی شناخت سے محروم ہو جاتی ہیں۔ معاشی خوش حالی ختم ہو جاتی ہے۔ سماجی اور فکری طور پر انتشار پیدا ہوتا ہے۔ ایسے زوال پذیر اور پُر پیچ دور میں اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ کتابِ مقدس قرآنِ حکیم کا اس نقطۂ نگاہ سے مطالعہ کیا جائے کہ یہ کتاب ہماری سیاسی، معاشی اور سماجی زندگی کے مسائل حل کرنے کے لیے کیا رہنمائی کرتی ہے۔ قرآن حکیم کے بنیادی علوم، انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے جو نظریہ بیان کرتے ہیں، سوچ دیتے ہیں، وہی دراصل ترقی اور کامیابی کا راستہ ہے۔

ہمارا معاملہ عام طور پر اب تک یہ رہا ہے کہ قرآنِ حکیم کی تعلیمات کے حوالے سے جو گفتگو کی جاتی رہی، اس کا انداز واسلوب وہی رہا ہے، جو آج سے کم وبیش ہزار سال قبل رہا تھا۔ سوسائٹی کے تغیرات وتبدلات کے تناظر میں قرآنی تعلیم کا فہم وشعور عام طور پر ہمارے معاشرے سے خارج ہو گیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سوسائٹی کے تغیرات وتبدلات کے تناظر میں قرآنِ حکیم کا فہم حاصل کیا جائے۔ یہ قدیم تفسیریں اُس دور کی لکھی ہوئی ہیں، جب کہ دنیا میں زرعی معیشت یا زیادہ سے زیادہ تجارتی معیشت کا غلبہ تھا۔ اس دور کی تفسیریں اپنے دور کے اعتبار سے بالکل درست تھیں۔ لیکن ضروری نہیں کہ یہ موجودہ دور کے تمام سیاسی، سماجی مسائل کے حل کے لیے رہنمائی دیں۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ وہ مفکر ہیں، جنھوں نے سب سے پہلے اس حقیقت کی نشان دہی کی کہ قرآنِ حکیم کا اصل متن بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ گویا کہ وہ آئینی بنیاد فراہم کرتا ہے، جس کی روشنی میں ہر دور کے ضمنی قوانین (By Laws) بنائے جاتے ہیں۔ جب کہ ضمنی قوانین ہر دور کی سوسائٹی کے معروضی حقائق کی بنیاد پر بنائے جاتے ہیں۔ زرعی دور کے بائی لاز ہر دور کے اندر یکساں مفید ہوں! ایسا کلی طور پر درست نہیں ہے۔ ایک دور کے اپنے تقاضے تھے، اُس دور کے عقل مندوں، مفکرین، محققین اور مفسرین نے قرآن سے رہنمائی لے کر اُس دور کے مسائل حل کرنے کے لیے انسانیت کو رہنمائی دی۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: دور بدلے، تو دور کے تناظر کو سامنے رکھ کر قرآنِ حکیم کے اصل متن، اُس کے اصل الفاظ اور نصوصِ قطعیہ ـــ جو کہ غیر متبدل ہیں ـــ سے اپنے دور کی رہنمائی لی جائے۔ قرآنی تعلیمات سے استفادے کے حوالے سے یہ وہ اہم پہلو ہے، جسے عام طور پر نظرانداز کیا گیا ہے۔

آج جب کہ انسانیت ایک نئے دور میں داخل ہو چکی ہے، زرعی یا تجارتی دور تو کیا، صنعتی دور بھی گزر رہا ہے، اور پھر صنعتی دور کے بعد الیکٹریکل اِزم اور آج ڈیجیٹل اِزم کے دور کا سامنا ہے۔ اس دور کے پیداواری رشتے یکسر بدل چکے ہیں۔ اس کے نتیجے میں سماجی افکار، سیاسی حقائق، معاشی اور اقتصادی تغیرات وتبدلات نے انسانی زندگی کو براہِ راست متأثر کیا ہے۔ سیاسی سانچے بدل گئے، معاشی اور اقتصادی صورتِ حال میں تغیر وتبدل پیدا ہو گیا ہے۔ سماجی معاملات اور تعلقات نئی نہج پر استوار ہو رہے ہیں۔ اس بدلتے دور میں قرآنِ حکیم کیسے رہنمائی کرتا ہے؟ مسلمان جماعت کے سامنے یہ اہم ترین سوال ہونا چاہیے۔ کیا اس دور میں بھی قرآنِ حکیم کے وہ تمام تفسیری نکات جو اپنے اپنے ادوار کے تناظر میں مفسرین نے متعین کیے تھے، آج وہ اسی طرح نتیجہ خیز ہوں گے، جیسا کہ اس دور میں تھے؟ کیا گزشتہ دور کے بنائے ہوئے بائی لاز کے مطابق آج سوسائٹی کا سماجی ڈھانچہ تشکیل دیا جا سکے گا؟ یہ وہ اہم ترین سوال ہے، جو عام طور پر ہمارے رسمی مذہبی طبقے کو سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ گزشتہ دور کی تفسیریں بھی قرآن کی طرح بغیر کسی تغیر وتبدل کے حتمی ہیں۔ ان کے ضمنی تفسیری نکات بھی اُسی طرح کی اہمیت رکھتے ہیں، جیسے خود قرآن حکیم ہے۔ حال آں کہ دنیا بھر کے عقلا اس بات پر متفق ہیں کہ کسی آئین اور دستور کا بنیادی ڈھانچہ اور آئینی فریم ورک، اُس کی آئینی دفعات، غیر متبدل ہوتی ہیں۔ عام طور پر ان میں تبدیلی نہیں کی جاتی۔ امریکی آئین ہی کو لے لیجیے، کم از کم دو ڈھائی سو سالہ دور گزر چکا ہے اور بڑی مشکل سے چند ترامیم اس کے اندر ہوئی ہیں۔ دساتیر کی بنیادی ساخت نہیں بدلی جاتی، البتہ ہر دور کی ضرورت کے تناظر میں ان کی تشریحات اور اس کے ضمنی بائی لاز متعین کیے جاتے ہیں۔

ایسے ہی دنیا کی طویل ترین تاریخ کا یہ دستور اور آئین ”قرآنِ حکیم“، جس پر چودہ سو سال گزر چکے ہیں اور اس میں ایک حرف کا بھی تغیر اور تبدل نہیں ہوا ہے، یہ دستاویز حتمی اور قطعی شکل رکھتی ہیں۔ اس کے آئینی فریم ورک کو سمجھنا اور اس کے تناظر میں اپنے دور کے مسائل حل کرنا بہت ضروری ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اپنے دور میں اسی طریقے سے عمل کیا، اگلا دور تابعینؒ کا آیا تو انھوں نے بھی ایسے ہی کیا۔ بہت سے ایسے پہلو، جو صحابہؓ کے زمانے میں نہیں تھے، تابعینؒ کے زمانے میں سامنے آئے، تو انھوں نے اس حوالے سے رہنمائی لی۔ پھر تبع تابعین کے دور میں مزید تبدیلیاں آئیں، انھوں نے اس دور میں قرآنِ حکیم سے رہنمائی لی۔ پھر یہی قرآنی تعلیمات عرب سے نکل کر افریقا اور یورپ کے دور دراز ممالک اور جنوبی ایشیا کے ممالک ہندوستان کے ساحل بحرالکاہل تک پہنچیں۔ چین کے آخری سِرے پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا مزار ہے۔ وہ قرآن حکیم کی تعلیم لے کر وہاں تک پہنچے۔ آپ دیکھئے کہ انھوں نے اپنے اپنے علاقے کی ضرورتوں اور تقاضوں کی تکمیل کے لیے اپنے دور کی

تقاضے کے مطابق قرآنِ حکیم سے رہنمائی لی۔ اسی لیے تو یہ اتنی زیادہ تفسیریں لکھی گئیں۔ ورنہ قرآنِ حکیم کی ایک تفسیر ہی کافی تھی کہ ہر جگہ کے انسانی سماج پر اُسے فِٹ کرتے جاتے۔ ہندوستان ہی میں ہزاروں تفسیریں لکھی گئیں۔ ایشیا اور افریقا میں بہت ساری تفسیریں لکھی گئیں۔ یورپ کے ممالک اندلس اور قرطبہ میں مفسرین نے سینکڑوں، ہزاروں تفسیروں کے انبار لگا دیے۔ وسطی ایشیائی ریاستوں میں چلے جایئے، بخارا، سمرقند وغیرہ، ہزاروں تفسیریں وہاں لکھی گئیں۔ ان سب تفسیروں میں اپنے اپنے علاقے، اپنی اپنی ضروریات کے تقاضوں کے تناظر میں قرآنی علوم ومعارف کا بیان برحق ہے، ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ بنیادی قانون کی عملی تشریح اپنے دور کے تقاضوں کے تناظر میں ہوتی ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آج اگر دور بدل گیا ہے، پیداواری رشتوں میں تغیرات وتبدلات ہوئے ہیں، سماجی ڈھانچہ جتنی تیزی سے نئے انداز واسلوب کے مطابق مسلسل بدل رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان جماعت کو اُتنی ہی عقل مندی اور شعور کے ساتھ اپنے دور کے معروضی حقائق کا ادراک کرنا ہے اور قرآنی علوم ومعارف کے تناظر میں رہنمائی لینی ہے۔ کسی معاملے میں جتنی زیادہ پیچیدگی ہوتی ہے، اُتنی ہی زیادہ عقل وشعور اور فہم و بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے۔ سوسائٹی کے اس موجودہ دور کے تغیرات اور یہاں انسانیت کو جو چیلنجز درپیش ہیں، اُن کے بارے میں قرآنِ حکیم کیا رہنمائی دیتا ہے؟ اس حوالے سے غور وفکر کرنا اس دور کی اہم ترین ضرورت ہے۔ دور جانے کی بات نہیں! آج سے ساٹھ ستر سال پہلے کے چیلنجز اور آج کے چیلنجز میں فرق پڑ گیا۔ وہ کلاسیکل سرمایہ داری نظام، جو کسی دور کے اندر انسانیت کو ایک مخصوص سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کر رہا تھا، آج مختلف تغیرات وتبدلات سے گزر کر اِک نئے مرحلے میں داخل ہوگیا ہے۔ ہر دور کے عقل رکھنے والے محققین اپنے دور کے تناظر میں اپنے دور کے مسائل کے حل کرنے کے لیے رہنمائی لیتے ہیں۔

ولی اللّٰہی جماعت کی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے قرآن فہمی کے ان بنیادی اساسی اصولوں کو متعین کیا ہے، جو بدلتے دور کے تناظر میں انسانی مسائل کے بارے میں رہنمائی دیتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کے نزدیک عام روایتی مفسرین کی تفسیروں سے ہٹ کر قرآنِ حکیم کے بنیادی متن، اُس کے بنیادی پیغام کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر قرآنِ حکیم جس واقعے کے ضمن میں نازل ہوا، اگر اُس کا ذکر قرآنِ حکیم میں ہے، آیت کی تفہیم کے لیے وہ واقعہ تو لازمی ہے، لیکن تجریدی قانون کے تحت واقعات سے بالاتر ہو کر اُس مسلّمہ قانون کو دریافت کرنا، جو بدلتے دور کے تقاضوں کے مطابق انسانیت کی رہنمائی کرتا ہے۔

امام انقلاب، امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے۔ امامِ اعظم، امام ابوحنیفہؒ کا سب سے اہم ترین کام، جو انھوں نے اپنے دور میں کیا ہے، وہ اُن قواعدِ کلیہ کا ادراک ہے، جو قرآن وسنت کے مجموعی مطالعے سے سامنے آتے ہیں۔ اور وہ تبھی ممکن ہے جب کہ قرآنِ حکیم کے احکامات اور قصص قرآنی سے اُن قواعدِ کلیہ، اُن اصولوں اور ضابطوں کو متعین کیا جائے، جو مالیاتی اُمور کے حوالے سے معاشی اور اقتصادی رہنمائی دیتے ہیں، جو سیاسی اُمور کے حوالے سے رہنمائی دے رہے ہیں، جو سماجی اور عمرانی مسائل کے حل کرنے کے بارے میں رہنمائی دے رہے ہیں۔ اور پھر اُن قوانین، اُن اصولوں اور ضابطوں کی روشنی میں دور بدلے تو کوئی مشکل نہیں ہونی چاہیے کہ اس بدلتے دور میں ان اصولوں کی روشنی میں سسٹم تشکیل دیا جائے۔ اور یہ دیکھا جائے کہ ان احکامات اور ہدایاتِ قرآنی کے مقاصد واہداف کیا ہیں۔ اس کے نتائج وثمرات کیا مرتب ہونے چاہئیں۔

ایک دور کا سرمایہ پرستانہ عمل اگر ایک دور کی قانون سازی سے روکا جاسکتا ہے تو ضروری نہیں کہ اگلے دور کی سرمایہ داری کو بھی یہ قانون روک سکے۔ بائی لاز ہمیشہ اپنے دور کے مسائل کے حل کرنے کی رہنمائی دیتے ہیں۔ پہلے دور کے فقہا نے اپنے دور کی سرمایہ پرستی کو روکنے کے لیے جو جزئیات متعین کیں، آج کے اس بڑھتے پھیلتے سرمایہ داری ماحول میں وہ فقہی جزئیات اور ضمنی قانون کیسے درست نتیجہ پیدا کرسکتا ہے؟ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا رسمی مذہبی طبقہ اُنھی ضمنی قوانین کے تناظر میں آج کے دور کے سرمایہ داری کے مسئلے حل کرنا چاہتا ہے۔ مسلمان ممالک میں جتنی نام نہاد ''اسلامائزیشن'' ہورہی ہے، اُس کا المیہ یہی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے بنیادی ڈھانچے کو ختم کیے بغیر محض فقہی جزئیات کی اساس پر جائز ناجائز کی بحثیں چھیڑی ہوئی ہیں۔ ''یہ بینکاری جائز ہے اور یہ ناجائز ہے، یہ معاملہ جائز ہے یہ ناجائز ہے۔'' بھئی! قرآنِ حکیم کا جو سیاسی، معاشی اور اقتصادی مسائل کے حل کرنے کے حوالے سے بنیادی آئینی فریم ورک ہے، اگر اُن اصولوں کی پاس داری سوسائٹی میں نہیں تو محض جزئیات کے تناظر میں مسائل کیسے حل ہوں گے؟ ایسی سوچ وفکر درست نہیں ہے۔ ضرورت تو سرمایہ دارانہ بنیادوں پر قائم نظام کو تبدیل کرنے کی ہے۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور پھر ان کے تسلسل میں امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ، شیخ الہند مولانا محمودحسنؒ، امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ وغیرہ علمائے ربانیین کا قرآن فہمی کے حوالے سے طرزِ فکر وعمل یہ ہے کہ قرآنِ حکیم کے اُن بنیادی اساسی اصولوں کو سمجھا جائے جو ہر بدلتے دور میں انسانی سوسائٹی کے سیاسی، سماجی، معاشی اور عمرانی معاملات کے بارے میں رہنمائی دیتے ہیں، تاکہ قرآن کا مطالعہ کرنے والا اور اس کا فہم وشعور رکھنے والا اپنے دور کے اُن چیلنجز کو سمجھ سکے اور اُن کا حل پیش کرسکے، جو اُسے درپیش ہیں۔ قرآنِ حکیم کے فہم وتدبر کی یہ وہ سوچ ہے، جو یقینی طور پر مسلمان جماعت کو زوال سے نکالنے، عقل وشعور اور فہم وبصیرت کی بنیاد پر اپنے دور کے مسائل کے حل کرنے کی عقل پیدا کرتی ہے۔ اس ولی اللّٰہی طرزِ فکر وعمل کے مطابق قرآن فہمی اس دور کی بنیادی ضرورت اور دینی تعلیمات کا اہم تقاضا ہے۔

الحمدللہ! ادارہ رحیمیہ ہر سال ولی اللّٰہی سلسلے کے انھی افکار، اصول اور ضابطوں کی روشنی میں قرآنِ حکیم کے دورۂ تفسیر کا انعقاد کرتا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ جمعہ سے یہاں سترہ روزہ قرآنِ حکیم کا دورۂ تفسیر شروع ہورہا ہے۔ اس میں امام ولی اللہ دہلوی، شیخ الہند مولانا محمودحسنؒ، امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے متعین کردہ اصول تفسیر، تشریحی نکات اور ان کے تسلسل میں قرآنِ حکیم کے تفسیری مباحث کو سمجھنے والے بنیادی علوم ومعارف کی روشنی میں قرآن فہمی کا طرز فکر وعمل پیش کیا جائے گا۔ انشاءاللہ اس سترہ روزہ دورۂ تفسیر میں اس بات کی کوشش کی جائے گی کہ قرآنِ حکیم کے وہ بنیادی اساسی اصول، جو انسانی سماج کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں رہنمائی دیتے ہیں، اس کا تعارف نوجوانوں کے سامنے آئے۔ (بقیہ صفحہ 7 پر)

قرآنِ حکیم کے اُن بنیادی اساسی اصولوں کو سمجھا جائے جو ہر بدلتے دور میں انسانی سوسائٹی کے سیاسی، سماجی، معاشی اور عمرانی معاملات کے بارے میں رہنمائی دیتے ہیں، تاکہ قرآن کا مطالعہ کرنے والا اور اس کا فہم وشعور رکھنے والا اپنے دور کے اُن چیلنجز کو سمجھ سکے اور اُن کا حل پیش کرسکے، جو اُسے درپیش ہیں۔

# رفتارِ کار ......

سعد احمد خان

## حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا دورۂ فیصل آباد و جھنگ

مؤرخہ 14 رمئی 2012ء بروز سوموار کو حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ فیصل آباد کے دورے پر تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ مفتی عبدالخالق آزاد صاحب بھی تھے۔ دوپہر تقریباً 01 بجے شیخ عمر فاروق صاحب کے مکان واقع لیاقت ٹاؤن میں حضرت اقدس رائے پوری کی تشریف آوری ہوئی۔ جہاں فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ کے متوسلین نے آپ کا استقبال کیا۔ شام 04 بجے حضرت اقدس رائے پوری کی قیام گاہ پر ہی ایک پروگرام کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے ایک اہم دینی موضوع پر گفتگو فرمائی اور شرکا کے سوالات کے جوابات دیے۔ عصر کی نماز کے بعد تمام احباب نے حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ سے استفادہ کیا۔ دینی شعور کے حوالے سے احباب نے حضرت سے سوالات کیے اور آپ نے مفصل جوابات دیے۔ اس طرح احباب حضرت اقدس کی صحبت سے بھرپور طور پر فیض یاب ہوئے۔ بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر میں شہر بھر سے متعلقین و متوسلین نے بھرپور شرکت کی۔ عشا کی نماز کے بعد سکولوں اور کالجوں کے نوجوان طلبا سے ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے دینی فہم و شعور کے حوالے سے خطاب کیا اور ان کے سوالات کے جوابات دیے۔

مؤرخہ 15 رمئی 2012ء کو صبح ناشتے پر کئی احباب جمع ہوئے۔ اسی موقع پر مدیر ''صوت الاسلام'' حضرت مولانا مجاہد الحسینی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے اور کئی گھنٹے تک حضرت سے بات چیت کا سلسلہ جاری رہا۔ مولانا بڑے وسیع المطالعہ بزرگ ہیں، جنھیں قومی آزادی کے اہم رہنماؤں سے شرفِ نیاز حاصل ہے۔ وہ ان کے واقعات دلچسپ انداز میں بیان فرماتے رہے۔ حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ سے ان کی محبت اور مودّت کا تعلق بڑا پرانا ہے۔ اس مجلس میں اس کا اظہار بھی ہوتا رہا۔ عصر کی نماز کے بعد تمام احباب نے حضرت اقدس رائے پوری کی صحبت اور مجلس سے بھرپور استفادہ کیا۔ دوستوں نے سوالات کیے اور حضرت اقدس رائے پوری نے ان کی شعوری رہنمائی فرمائی۔ بعد نمازِ مغرب حسبِ معمول قیام گاہ پر مجلس ذکر ہوئی، جس میں اس علاقے کے تمام احباب نے شرکت کی۔ بعد نمازِ عشا ایک سیمینار کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس میں ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے ''بدلتا ہوا قومی منظر نامہ اور ہماری دینی ذمہ داریاں'' کے عنوان سے مفصل خطاب کیا۔ اس سیمینار میں نوجوانوں نے بڑی بھرپور شرکت کی اور خطاب کے بعد نہایت اہم سوالات کیے، جن کے جوابات مفتی صاحب نے دیے۔ دوستوں نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ دعا سے اس نشست کا اختتام ہوا۔

مؤرخہ 16 رمئی بروز بدھ کو سب سے پہلے فیصل آباد کے احباب نے حضرت اقدس رائے پوری اور حضرت مفتی صاحب سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد کالجز اور یونیورسٹیز میں پڑھنے والے نوجوانوں کے پرائیویٹ ہاسٹل میں حضرت اقدس رائے پوری تشریف لے گئے، جہاں ان کی تعلیمی اور شعوری ترقی کے لیے حضرت اقدس نے چند نصائح کیں اور دعا فرمائی۔ اس کے بعد فیصل آباد سے جھنگ کے لیے روانگی ہوئی۔ تقریباً دوپہر 02 بجے جھنگ میں جناب حافظ عبداللہ صاحب کے مکان ''سنگرا ہاؤس'' میں تشریف آوری ہوئی، جہاں جھنگ کے تمام متعلقین اور احباب نے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کا استقبال کیا۔ وہاں کچھ دیر قیام کے بعد جامع مسجد عثمانیہ صدر جھنگ میں حضرت اقدس تشریف لے گئے۔ آرام اور عصر کی نماز کے بعد تمام احباب نے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے استفادہ کیا اور آپ کی مجلس سے مستفیض ہوئے۔ جامع مسجد عثمانیہ میں نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر کا اہتمام کیا گیا تھا، جس میں علاقے بھر کے تمام متعلقین و متوسلین اور نوجوان احباب نے بھرپور شرکت کی۔ ذکر کے بعد حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے دعا فرمائی۔ یوں اس مجلس کے فیوض و برکات سے تمام احباب مستفیض ہوئے۔ عشا کی نماز کے بعد جامعہ خدیجۃ الکبریٰ میں ایک پروگرام کا اہتمام کیا گیا، جس میں ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے ''سماجی تبدیلی کے حوالے سے دینی اور تنظیمی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر خطاب فرمایا اور دینی شعور کی اساس پر نظم و ضبط اور ڈسپلن کے ساتھ اپنے معاشرے کو بدلنے کی اہمیت پر رہنمائی دی۔ خطاب کے بعد دوستوں نے اس موضوع پر سوالات کیے، جن کے تفصیلی جوابات مفتی صاحب نے دیے۔

مؤرخہ 17 رمئی بروز جمعرات کو جامعہ عثمانیہ میں ادارہ رحیمیہ کے تعلیمی نظام سے وابستہ محاضرین نے ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ سے استفادہ کیا۔ تعلیمی و تربیتی امور پر رہنمائی لی اور اس حوالے سے پیش آنے والی مشکلات کو دور کرنے کی حکمتِ عملی پر مشاورت کی۔ 10:30 بجے جامعہ خدیجۃ الکبریٰ میں خواتین کے لیے درسِ قرآنِ حکیم کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع پر ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے قرآنِ حکیم کی تعلیمات کی روشنی میں خواتین پر عائد دینی ذمہ داریوں کے حوالے سے درسِ قرآن دیا۔ قرآنِ حکیم کی عظمت اور اس کی روشنی میں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں تبدیلی لانے کی اہمیت واضح کی۔ حضرتِ اقدس دامت برکاتہم العالیہ کی دعا سے اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ بعد ازاں بعض خواتین نے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے بیعت کی اور آپ نے توبہ کے کلمات کہلائے۔

اس روز گوجرہ سے صوفی محمد دین صاحب مجاز حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہٗ اپنے احباب کے ہمراہ حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے اور کئی گھنٹے تک حضرت کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے۔ آپ کے ہمراہ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری کے مجاز ماسٹر منظور محمد رحمہ اللہ کے صاحبزادے میاں محمد عبدالکریم المعروف ''داروغہ صاحب'' بھی تھے۔ وہ بھی اس سلسلے میں حضرت اقدس سے مستفید ہوتے رہے۔ عصر کی نماز کے بعد تمام احباب نے جامعہ خدیجۃ الکبریٰ میں حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے استفادہ کیا اور آپ کی مجلس سے مستفید ہوئے۔ مغرب کی نماز کے بعد جامعہ خدیجۃ الکبریٰ میں مجلس ذکر کا اہتمام تھا، جس میں تمام احباب نے بھرپور شرکت کی۔ عشا کی نماز کے بعد ضلع کونسل جھنگ کے ''اقبال ہال'' میں ایک عمومی سیمینار کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس میں علاقے بھر سے سینکڑوں احباب نے بھرپور شرکت کی۔ اس سیمینار میں سب سے پہلے حضرت مولانا محمد ناصر صاحب مہتمم جامعہ عثمانیہ و مجاز حضرت رائے پوری نے خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا تعارف بیان کیا۔ اور اس کے بعد ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے علمائے ربانیین کی جدوجہد کے تناظر میں بدلتے ہوئے قومی منظر نامے میں دینی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے حوالے سے مفصل خطاب فرمایا۔ اس کے بعد حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کی دعا سے اس سیمینار کا اختتام ہوا۔

(بقیہ ص: 7 پر)

rahimia.org

# اعتکاف کے مسائل

☆ رمضان کے آخری دس دنوں میں ایسی مسجد میں جہاں پانچ وقت کی نماز باجماعت ہوتی ہو، اعتکاف بیٹھنا سنت ہے۔

☆ رمضان کی بیسویں تاریخ کے شام سورج غروب ہونے سے پہلے اعتکاف شروع ہوتا ہے۔ اور عید الفطر کا چاند نظر آنے تک اعتکاف کی حالت میں رہنا ضروری ہے۔

☆ پیشاب، پاخانہ اور فرض غسل کے لئے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے۔

☆ اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا ہے جہاں نمازِ جمعۃ المبارک نہیں ہوتی، تو جمعۃ المبارک کی نماز کے لئے جامع مسجد میں جانا جائز ہے، اور اندازاً اتنی دیر پہلے مسجد سے نکلے کہ جامع مسجد پہنچ کر خطبہ سے پہلے تحیۃ المسجد اور چار سنتیں پڑھ سکے۔ اور نماز کے بعد سنت پڑھنے کے لئے ٹھہرنا بھی جائز ہے۔

☆ اذان کہنے کے لیے مسجد سے باہر اذان کی جگہ پر جانا جائز ہے۔

☆ نمازِ جنازہ کے لیے جانا بشرطیکہ اعتکاف کی نیت کرتے وقت یہ نیت کر لی تھی کہ ''جنازہ کے لئے جاؤں گا'' تو جائز ہے، اور اگر نیت نہیں کی تو جائز نہیں۔

☆ بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر یا بھول کر مسجد سے باہر چلے جانے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

☆ اسی طرح کسی عذر اور ضرورت کے سبب مسجد سے باہر نکل کر ضرورت سے زیادہ ٹھہرنے اور بیماری یا خوف کی وجہ سے مسجد سے باہر جانے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

---

**بقیہ رفتارِ کار** مؤرخہ 18 رمئی بروز جمعۃ المبارک کو جامعہ خدیجۃ الکبریٰ میں مستقل درسِ قرآن میں شریک ہونے والی طالبات نے ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ سے استفادہ کیا۔ طالبات کے اہم سوالات کے جناب مفتی صاحب نے جوابات دیے۔ ان کے ہمراہ مہتمم جامعہ خدیجۃ الکبریٰ مولانا محمد ناصر صاحب بھی تھے۔ 10 بجے سکولوں کالجوں کے طلبا نے مفتی صاحب سے استفادہ کیا اور پھر نمازِ جمعہ سے قبل جامع مسجد عثمانیہ میں ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور جمعۃ المبارک کی نماز پڑھائی۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے دعا فرمائی۔ نمازِ جمعہ کے بعد جامعہ عثمانیہ کے فارغ التحصیل طلبا میں اسناد کی تقسیم کے لیے ایک تقریب منعقد ہوئی، جس میں حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کے دستِ مبارک سے طلبا نے اپنی اپنی اسناد حاصل کیں۔ اس سے قبل جامعہ کے استاذ مولانا محمد علی گنگوہی نے جامعہ کی تعلیمی اور تربیتی صورتِ حال بیان کی۔ آخر میں حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے تمام حاضرین کے لیے دعا فرمائی۔ عصر کی نماز کے بعد حسبِ معمول حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے احباب نے استفادہ کیا۔ مغرب کی نماز کے بعد مجلس ذکر میں تمام احباب نے شرکت کی۔ عشا کی نماز کے بعد علومِ اسلامیہ کلاس کے شرکا نے ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ سے استفادہ کیا، انھوں نے اہم سوالات اٹھائے، جن کے سوالات مفتی صاحب نے دیے۔

مؤرخہ 19 رمئی بروز ہفتہ کو جھنگ سے واپس ہوتے ہوئے فیصل آباد میں سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے قدیم متوسل جناب محمد یوسف ولی اللّٰہی کے مکان پر حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے کچھ دیر قیام فرمایا۔ ناشتہ کیا اور اہل خانہ کے لیے برکت کی دعا کی۔ اس موقع پر حکیم محمد ظفر اللہ صاحب نے بھی حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات کی۔ اسی روز فیصل آباد سے روانہ ہو کر دوپہر کو ادارہ رحیمیہ لاہور میں واپسی ہوئی۔

# نمازِ تراویح کے مسائل

☆ رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے بعد تراویح کی بیس رکعات دو دو رکعت کر کے پڑھنا مرد و عورت سب کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔

☆ تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ بہتر ہے کہ وتر تراویح کے بعد پڑھے جائیں، لیکن اگر وتر کے بعد تراویح پڑھیں تو بھی درست ہے۔

☆ تراویح کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنا سنت کفایہ ہے، اگر محلّہ کی مسجد میں تراویح کی جماعت نہ ہو تو تمام اہل محلّہ گناہ گار ہوں گے۔

☆ تراویح کی بیس رکعات، دو دو رکعت کر کے پڑھی جائیں اور ان میں ہر ترویحہ (چار رکعت) اور وتر کے درمیان کچھ دیر وقفہ کرنا مستحب ہے۔

☆ ترویحہ کے درمیان کوئی خاص عبادت متعین نہیں، بلکہ اختیار ہے، خواہ ذکر اذکار کریں، تلاوت کریں اور بعض فقہاء کے نزدیک درج ذیل دعا پڑھنا منقول ہے، لہٰذا جس کا جی چاہے پڑھ سکتا ہے: سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ، سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْھَیْبَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَنَامُ وَلَایَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِکَۃِ وَالرُّوْحِ. اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ، یَامُجِیْرُ یَامُجِیْرُ یَامُجِیْرُ.

☆ رمضان میں تراویح کے ساتھ وتر کی نماز باجماعت پڑھنا افضل ہے۔

☆ نمازِ تراویح میں قرآن پاک سنانے کی اُجرت لینا حرام ہے۔

☆ اگر اُجرت کے بغیر قرآن سنانے والا نہ ملے تو چھوٹی سورتوں سے ہی تراویح پڑھ لینا چاہئے۔

☆ تراویح کی مکمل نماز چھوٹ جائے اور اس کا وقت نکل جائے تو اس کی قضا نہیں ہے۔ اگر پڑھے گا تو نفل شمار ہوگی۔

☆ اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ عشاء کی نماز ہو چکی تو اُسے چاہئے کہ پہلے عشاء کی نماز پڑھے، پھر تراویح میں شریک ہو۔

☆ تراویح کی کچھ رکعتیں امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا تو وتر کے بعد ادا کرلے۔

☆ تراویح میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن مجید پڑھنا یا سننا سنت مؤکدہ ہے۔ اگر قرآن مجید چند دنوں میں ختم کر لیا تو بقیہ دنوں میں بھی تراویح پڑھے۔

**بقیہ خطبہ جمعہ**

ان شاء اللہ اس دورۂ تفسیر میں پورے ملک سے دوست شریک ہوں گے۔ جو پڑھے لکھے، عقل مند نوجوان ہیں، اُن تک اس پیغام کو پہنچانا چاہیے۔ اور کوشش کرنی چاہیے کہ کچھ وقت نکال کر قرآنی علوم و معارف کی ان مجالس میں خود بھی شریک ہوں اور اپنے دوستوں کو بھی شریک کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ تحریک پیدا کریں۔ یقیناً قرآنِ حکیم کو ولی اللّٰہی سلسلے کے علمائے ربانیین اور مجددینِ امت کے اختیار کردہ اس انداز و اسلوب میں سمجھنا، آج کے دور کی ہماری بڑی اہم ضرورت ہے۔ اور یہی وہ بنیادی تقاضا ہے، جس سے دنیا کی کامیابی بھی ہے اور آخرت کی کامیابی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

Monthly RAHIMIA Lahore LRL 466 CPL No. 59

# صدقۂ فطر اور عیدالفطر کے احکام و مسائل

## صدقۂ فطر کے مسائل

(۱)صدقہ فطر ہر عاقل، بالغ، آزاد مالکِ نصاب شخص اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرے، بشرطیکہ اس کی نابالغ اولاد کی ملکیت میں ان کے نام الگ سے مال نہ ہو۔ اگران کی ملکیت میں الگ مال بقدرِ نصاب ہے توان کے مال میں سے صدقہ فطرادا کیا جائے گا۔

(۲) صدقہ فطر کے نصاب کا مالک وہ شخص ہوگا، جس کے پاس ضرورت سے زائد تمام املاک و اشیااس مقدار ہوں کہ ان کی قیمت ساڑھے سات تولہ سونا کے مساوی ہو۔

(۳) احادیث میں درج ذیل اشیاء میں سے کوئی ایک درج ذیل مقدار کے مطابق بطورِ صدقہ فطرادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

(الف) صاعاً من شعیرٍ: یعنی جَو (تقریباً3500 گرام)
(ب) صاعاً من تمرٍ: یعنی کھجور (تقریباً3500 گرام)
(ج) صاعاً من اقطٍ: یعنی پَنیر (تقریباً3500 گرام)
(د) صاعاً من زبیبٍ: یعنی کشمش (تقریباً3500 گرام)
(ہ) نصف صاعٍ من بُرٍّ: یعنی گندم (تقریباً1700 گرام)

موجودہ اوزان (ناپ تول) کے مطابق علمائے کرام نے نصف صاع کو تقریباً 1700 گرام کے برابر قرار دیا ہے اور ایک صاع تقریباً ساڑھے تین کلوگرام کے برابر ہے۔ اگر کوئی شخص جَــوُ یا گندم وغیرہ، غلے کی شکل میں نہ دے سکے تو اپنے علاقے کے نرخ کے مطابق اسی قدر درج بالا اشیاء کی قیمت ادا کردے۔

(۴) جو شخص نصاب کا مالک ہے، اس پر صدقہ فطر واجب ہے، خواہ اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

(۵) مستحب یہ ہے کہ صدقہ فطر، عیدالفطر کے دن نمازِ عید سے پہلے ادا کیا جائے۔ اور رمضان المبارک میں بھی ادا کرنا درست ہے۔

(۶) زکوٰۃ کی طرح صدقہ فطر کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ مال سال بھر تک اس کے پاس جمع رہے، بلکہ سال سے کم عرصہ میں بھی بقدرِ نصاب مال کا مالک بن جائے اور عیدالفطر کے دن بھی اس کا مالک ہو تو صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہوگا۔

(۷) عورت پر صرف اپنی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ نابالغ بچوں کی طرف سے ان کی والدہ پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ یہ ذمہ داری باپ کی ہے۔

(۸) صدقہ فطر، عید کے دن صبح صادق کے وقت سے واجب ہو جاتا ہے، لہٰذا جو شخص صبح صادق سے پہلے فوت ہو جائے، اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔ اور جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہوا، اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر واجب نہیں۔

(۹) اگر عیدالفطر کے دن صدقہ فطر ادا نہیں کرسکا تو بعد میں ادائیگی اس کے ذمہ برقرار رہے گی، جب تک کہ وہ اُسے ادا نہ کرے ۔

## عید الفطر کے مسائل

رمضان المبارک کے بعد یکم شوال کو شکرانے کے طور پر دو رکعت نمازِ عید الفطر ادا کرنا واجب ہے، عیدالفطر کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عیدالفطر کے دن درج ذیل کام مسنون ہیں:

(الف) غسل کرنا۔ (ب) مسواک کرنا۔
(ج) عمدہ کپڑے جو میسر ہوں پہننا۔ (د) خوشبو لگانا۔
(ہ) بالوں میں کنگھا وغیرہ کرنا۔

(۲) صبح سویرے اُٹھ کر عیدگاہ جلد پہنچنے کی کوشش کی جائے۔
نمازِ عید کے لئے جانے سے پیشتر کوئی میٹھی چیز کھانا مسنون ہے۔

(۳) عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا چاہئے۔

(۴) عید کی نماز پڑھنے کے لئے ایک راستے سے جائے اور نماز کے بعد دوسرے راستے سے واپس آئے، عیدگاہ میں اگر ممکن ہو تو پیدل چل کر جائے۔

(۵) راستے میں یہ تکبیریں آہستہ آہستہ پڑھے:

اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ.

(۶) نمازِ عید کے لئے جماعت شرط ہے۔ لہٰذا اگر کسی وجہ سے کوئی نمازِ عید کی جماعت میں شریک نہیں ہوسکا تو وہ تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔

(۷) عید کے دن نمازِ عید سے پہلے نمازِ اشراق یا دیگر نوافل پڑھنا مکروہ ہیں۔ عورتوں، مریضوں اور مسافروں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

## عیدالفطر کی نماز پڑھنے کا طریقہ

(۸) عیدالفطر کی نماز میں دو رکعت ہوتی ہیں، جن میں چھ تکبیریں زائد کہی جاتی ہیں۔

(۹) پہلی رکعت میں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ.... الخ پڑھنے کے بعد ہاتھ چھوڑ کر تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں، اس کے بعد امام قرأت کرے گا اور رکوع اور سجود کر کے پہلی رکعت مکمل کرے گا۔ اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ہاتھ چھوڑ کر تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ نماز کا بقیہ حصہ حسبِ معمول مکمل کرے۔

(۱۰) نماز کے بعد امام سنت کے مطابق خطبہ پڑھے گا، یہ خطبہ سننا واجب ہے۔


**مجلس مشاورت**

حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی (بورے والا)
حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
محترم حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
محترم سید خالد ریاض بخاری (واہ کینٹ)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)



پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کردیا جاتا ہے۔
ممبر شپ کی رقومات کی ترسیل بنام
''رحیمیہ لاہور'' میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔